سندو ہند کا ایک علمی وثقافی تذکرہ

(رجال السند والهند الى القرن السابع)

(جناب مولانا ابو محفوظ الکریم صاحب معصومی لکچرر تاریخ مدرسۂ عالیہ کلکتہ)

(۲)

اس فہرست میں جو کامل نہیں ہے ہر ترجمہ میں سندی یا الہندی عَلَم یا لقب کے طور پر درج ملے گا اور ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مؤلف کتاب نے ان شخصیتوں کے تعارف میں جس قدر مواد فراہم کیا ہے وہ اشخاصِ متعلقہ کے سندی الاصل ہونے کی صراحت سے یکسر خالی ہے۔ تراجم بالا کی تدوین میں مؤلف نے مکتبۂ اسلامیات کی معروف ترین کتابوں مثلاً تاریخ بغداد، انساب سمعانی، حلیۃ الاولیا، شذرات الذہب وغیرہ سے رجوع کیا ہے لیکن ان اشخاص میں سے کسی کو ان مستند تذکرہ نگاروں نے سندی الاصل قرار نہیں دیا۔ حالانکہ کتبِ طبقات پر نظر ڈالئے تو عام طریقہ ان کے مؤلفین کا یہی نظر آئے گا کہ سندھ کے واقعی اشخاص کے بارہ میں سندی نژاد ہونے کی تصریح کردی جاتی ہے۔ اور صرف نام یا لقب کی بنا پر کسی کو سندھی قرار نہیں دیا جاتا۔ اس فہرست کے کئی افراد (ارقام: ۷، ۸، ۹، ۱۹) سندی بن شاہک کے خاندان کے اور کئی دوسرے (ارقام: ۱۰، ۲۰، ۲۱) رجاء بن السندی نیشاپوری کے خاندان سے ہیں لہذا سندی بن شاہک اور رجاء بن السندی کی اصلیت معلوم کرنے پر متعلقہ افراد کی سندیت کا مسئلہ طے ہو سکتا ہے۔ سندی بن شاہک اور رجاء بن السندی دونوں کی شخصیتیں تاریخ و رجال میں بڑی شہرت رکھتی ہیں اس شہرت کے باوجود ان کے سندھی ہونے کے بارہ میں کم از کم ہماری نظر سے کوئی تصریح نہیں گذری بلکہ سمعانی اور ابن ماکولا کے اقوال کا تقاضہ یہ ہے کہ بلادِ سند سے ان کو منسوب نہ کیا جائے چنانچہ سمعانی کا بیان ہے کہ واسم علی وزان هذه النسبة وهو لقب

بن شاهك صاحب الحرس قال ابن ماكولا وكذلك رجاء بن السندی ومن ولده ابوبکر محمد الخ (الانساب ۳۱۳ ب) خلاصہ یہ کہ ابن شاہک اور رجاء نیشاپوری کے والد دونوں موسوم بہ سندی تھے نہ کہ منسوب بہ بلاد سند۔ بعد میں اُن کی اولاد پر سندی کا اطلاق صرف ان دونوں کے نام کی مناسبت سے ہوا چنانچہ کشاجم کے تذکرہ میں سمعانی کی صراحت ہے کہ یقال له السندی لانّهٗ من ولد السندی بن شاهك (الانساب ۳۱۴ ط) ہمارے علم میں بعض مستند محققین نے رجاء بن السندی کو بلادِ سند سے منسوب سمجھا ہے لیکن اس کی سند انھوں نے پیش نہیں کی۔

۲۔ بحث کے دوسرے شق کے سلسلہ میں عرض ہے کہ مؤلف نے سہل بن ذکوان المکی الواسطی کو اس کی کنیت ابوالسندی کی بنیاد پر رجال السند میں شامل کرلیا ہے اس ایک بات کے علاوہ تذکرہ نگاروں کے یہاں اس کی سندیت کے بارہ میں ضعیف ترین قول بھی منقول نہیں ہے۔ پورا ترجمہ کتاب میں ملاحظہ فرمائیے (ص ۱۵۲-۵۳ نیز ص ۲۷۵) اور خود اس کا فیصلہ کیجئے کہ صرف کنیت کی بنا پر سہیل کو سندھی قرار دینا کہاں تک معقول ہوسکتا ہے۔

مؤلف نے تین ایسے شخصوں کا تذکرہ کیا ہے جن کی کنیت ابوالہندی تھی۔ ان میں سے دو رُواۃ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں اور عجیب اتفاق کہ دونوں مجہول الحال ہیں، ان کے بارہ میں مؤلف نے خود ہی ذہبیؒ کا قول "لا یعرف" نقل کیا ہے (ملاحظہ کریں رجال السند ص ۲۸۶-۲۸۷) تیسرا شخص ابوالہندی الکوفی الشاعر (رجال السند ص ۲۸۷-۲۸۸) ہے اس کا ترجمہ ابن فضل اللہ العمری کی کتاب مسالک الابصار سے ماخوذ ہے شاعر کے ایک قطعہ میں حسب ذیل دو شعر بھی ملتے ہیں۔

ولما حللنا رأسه من رباطه | وفاض دما کالمسك او عنبر الهند
اخو ثقة يبدى لنا وجه صفحة | كلون رقيق الجلد من ولد السند

شاعر کی کنیت کے علاوہ ان دو شعروں میں عنبر الهند اور ولد السند کے الفاظ ایسے ہیں کہ مؤلف نے ان سے شاعر کے ہندی الاصل ہونے پر استدلال کیا ہے چنانچہ ترجمہ کے اخیر میں مؤلف کے الفاظ ہیں: "كان الهندی من الشعراء المجيدين المشهورين"

یاتی بذکر وطنہ وصفاتہ فی اشعارہ وکان من القدماء (رجال السند ص۴۸) میں افسوس ہے کہ ابوالہندی کا شمار رجال سندوہند کے زمرہ میں ضعیف ترین احتمال کی بنا پر بھی صحیح نہیں ہوسکتا حقیقت یہ ہے کہ ابوالہندی خالص عرب تھا اگرچہ اس کی زندگی تمامتر خراسان وسجستان میں بسر ہوئی اور خود اپنے وطن میں اس کی حیثیت غریب الدیار کی رہی۔ وہ خمریات کے مشہور شعراء الحیح، ابوہفان، ابونواس، وغیرہ کا پیشرو سمجھا گیا ہے ابن قتیبہ نے اس کا تذکرہ الشعر والشعراء میں حسب عادت باختصار درج کیا ہے نام عبد القدوس بن شبث بن ربعی اور قبیلہ کا نام بنوزید بن ریاح بن یربوع بتایا ہے۔ ابن فضل اللہ نے قصیدہ دالیہ کے جو اشعار نقل کئے ہیں اسی قصیدہ کے دو شعر ابن قتیبہ کے یہاں بھی منقول ہیں (الشعر والشعراء ص ۶۶۲ مصر) ابوالہندی کا مفصل تذکرہ ابوالفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی میں ملتا ہے (دیکھو جلد ۲۱، ۱۷۷ - ۱۸۰) اصفہانی اس کا نام غالب بن عبد القدوس ابن شبث بن ربعی بتاتا ہے اغانی کے وسیع صفحات میں اس کے سندھی ہونے کی صراحت تو کیا کسی ایسے قرینہ کا وجود نہیں جس کی بنا پر سندھ سے اس کا تعلق قائم ہوسکے، اس کا شمار شعراء الدولتین میں ہوتا ہے۔ عہد عباسی کے آغاز تک بقید حیات تھا۔ شراب کی ایسی خو پڑی ہوئی تھی کہ اصفہانی کا بیان ہے " وانما اخمله وامات ذکره، بعده من بلاد العرب ومقامه بسجستان و خراسان وشغفه بالشراب ومعاقرته اياه وفسقه وما كان يتسلم به من فساد الدين، واستفرغ شعره بصفة الخمر وهو اول من وصفها من شعراء الاسلام فجعل وصفها وكده وقصده" (الاغانی جلد ۲۱، ۱۷۷) مسالک الابصار کے قطعہ دالیہ کے پانچ شعر الاغانی میں درج ملیں گے (ایضاً جلد ۲۱، ۱۷۸) اور اسی قصیدہ کے ۹ شعر ابن المعتز کے یہاں درج ہیں (طبقات الشعراء المحدثین ص ۵۹) اس کی شراب نوشی کے واقعات ہر دو کتابوں میں مفصل مسطور ہیں ابن المعتز اس کا نام عبداللہ بن ربعی بن شبث بن ربعی الریاحی بتاتا ہے اور اس کے بعد لکھتا ہے :۔ وقیل اسمه غالب من بنی ریاح بن یربوع بن حنظلة شرح ادب الکاتب میں ابو منصور الجوالیقی اس کا نام عبداللہ بن شبث بتاتا ہے (شرح ادب الکاتب

ص ۲۳۳ مصر سنہ) ابن المعتز بلاد عرب سے اس کی بے تعلقی کے بارے میں لکھتا ہے۔ "وقع الی خراسان واستوی آخر عمرہ بسجستان وهو احد الدهاة، فصیح، جید البدیہة، حاضر الجواب وقد ادرک الدولتین الخ (طبقات ص۵۵) خمریات میں اس کی امامت کے بارہ میں لکھا ہے۔ "وکانو جماعة مثل ابی نواس والخلیع وابی هفان وطبقتهم انما اقتدروا علی وصف الخمر بما اخذوا من شعر ابی الهندی وبما استنبطوا من معانی شعره (طبقات ص۶۱) سجستان میں اس کا قیام محلہ کوئے زبان (سکۃ الخسران) میں تھا جس کا نام ابو المعتز کے عہد میں سکۃ العدول پڑ گیا تھا (طبقات ص۵۵) ابو الفرج اصفہانی اس محلہ کا نام کوہ زبان (جبل الخسران) بتاتا ہے (اغانی جلد ۲۱ ص۱۷۸) ابو الہندی کا نام ابن السید البطلیوسی، ابن منظور افریقی، اور زبیدی، عبد المومن بن عبد القدوس بتاتے ہیں (الاقتضاب ص۳۴۸، لسان العرب جلد ۲ ص۸۵، تاج العروس مادہ عرب) ہمارے نزدیک ابن المعتز کا قول سب سے زیادہ مستند ہے۔

ابو الہندی کے خالص عرب ہونے میں کوئی شبہ نہیں ثبوت میں اس کے دو شعر درج ہیں۔

مثبت جدی وجدی موثر   لم ینا عنی عروق المونتسب

من بنی شیبان اصلی ثابت   وبنی یربوع فرسان العرب

(طبقات ابن المعتز ص۶۱) زیادہ سے زیادہ ہم ابو الہندی کی بابت یہ باور کر سکتے ہیں کہ کبھی رندی و بلانوشی کے سلسلہ میں اس کا ورود سندھ کے کسی علاقہ میں بھی ہوا ہوگا۔ شاید اسی بنا پر اس کے کلام میں بعض خالص ہندی کے الفاظ بھی ملتے ہیں اس کے ایک قطعہ میں پہلی دفعہ "بھات" کا معرب بھط ملتا ہے ابن منظور اور زبیدی اس کا قطعہ مادہ عرب کے تحت درج کرتے ہیں جن کا پہلا شعر یہ ہے:-

فاما البهط وحیتانکم   فما زلت منها کثیر السقم

لیکن یہی شعر لفظ بھط کے مادہ میں ایک نامعلوم انجمنی شاعر سے منسوب ہے۔ بہر حال ابو الہندی کی شاعری کی حد تک ہندیت کا سوال مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں پیدا نہیں ہوتا اور جب اس کی معروف

شخصیت کا یہ حال ہے تو ابو الہندی کنیت رکھنے والے مجہول الحال راویان حدیث کی ہندی یا سندی اصلیت کا تعین کس طرح کیا جائے۔

۴۔ تیسرے شق کے ماتحت ہمیں کئی تراجم سے مفصل بحث کرنا ہے۔ ہم نے گذشتہ سطور میں بتایا ہے کہ دیبل السندھ کے دھوکہ میں مؤلف نے کئی ایسی شخصیتوں کو سندھی سمجھ رکھا ہے جو در اصل دبیل (بتقدیم الباء) سے منسوب ہیں تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

(الف) احمد بن محمد بن هرون المقرئی الدیبلی الرازی البغدادی (رجال السند ۱۵۳)

مؤلف نے خطیب بغدادی اور ابن الجزری کے اقتباسات درج کئے ہیں خطیب اور ابن الجزری الدیبلی کی نسبت کو ضبط نہیں کرتے تحقیق سے پتہ چلا کہ اس کا صحیح ضبط دبیلی (بتقدیم الباء الموحدۃ) ہے یعنی صاف ترجمہ دیبل السند کے بجائے دبیل الرملہ سے منسوب ہیں۔ چنانچہ فیروز آبادی اسی احمد ابن محمد بن ہارون کو دبیل الرملہ سے منسوب کرتے ہیں (قاموس مادہ دبل) اور مرتضی زبیدی اس کی توثیق میں یہ الفاظ بحوالہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:۔ الرازی، الدبیلی المقرئی الحاجی قال الخطیب مات سنة ۳۷۰ (تاج العروس ج ۷/ ۳۱۷) اس صراحت کے بعد خطیب کے احمد بن محمد بن هرون المقری الدیبلی (؟) الرازی ابو بکر الحربی، رجال السند والہند کے طبقات میں بالکل اجنبی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ فیصلہ خود مؤلف کو کرنا چاہیئے لیکن وہ اس غلط فہمی میں تنہا مبتلا نہیں ہیں ان سے پیشتر ایک اور صاحب تحقیق سے بھی غلطی ہو چکی ہے (دیکھو۔ Indias contribution to the study of Hadith Literature, P. 35, Daca 1955-

(ب) شعیب بن محمد، ابو القاسم الدیبلی المصری (رجال السند ۱۵۴)

بظاہر اس ترجمہ کی ذمہ داری مؤلف پر نہیں ہے البتہ انھوں نے بلا تحقیق سمعانی کے بیان پر اعتماد کرکے غلطی کی ہے۔ اس شخص کا ذکر سمعانی کی کتاب الانساب میں دیبل السند کی نسبت کے تحت کیا گیا

ما الکر سمعانی اسی شخص کا تذکرہ دبیل الرملہ کی نسبت کے تحت بہ تفصیل زائد کر چکے ہیں چنانچہ دبیل الرملہ کی نسبت کے تحت ان کے الفاظ یہ ہیں :۔

ابوالقسم شعیب بن محمد بن احمد بن شعیب (رجال السند : سعید؟) بن بزیع بن سیار (دبیل السند : سوار) البزار (دبیل السند : نذار د) الدبیلی العبدی الفقیہ المعروف بابن ابی قطران (الدبیلی : قطعان) قدم اصبہان قال عبداللہ بن محمد الاصبہانی قدم شعیب بن محمد اصبہان سنۃ خمس وثلاثمائۃ وانا منہ عبدان، یروی عن ابی زھیر ازھر بن المرزبان المقرئی (الانساب :۔ ۲۲۲ب)

سمعانی کے ہر دو مقاموں کے مندرجہ بیان کا معروضی مطالعہ کیجئے تو دونوں نسبتوں کے تحت ایک ہی شخص کا تذکرہ نظر آئیگا اس فرق کے ساتھ کہ دبیلی (دبیل الرملہ) کے تحت جو تفصیل ہے وہ دبیلی (دبیل السند) کے تحت حذف کر دی گئی ہے دونوں جگہوں میں کتابت کی کچھ تصحیفات ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی نسبت میں سمعانی کو شبہہ ہو گیا تھا جس کا ازالہ بعد کے محققین سے مراجعت کرنے پر ہو جاتا ہے۔ ابن الاثیر جس کی کتاب اللباب دراصل سمعانی کی کتاب الانساب کی تہذیب وتقسیم ہے وہ دبیل السند کی نسبت کے تحت ابوالقاسم شعیب بن محمد کا تذکرہ نہیں کرتے یہی حال یاقوت کا ہے اور دونوں ابوالقاسم شعیب کا ترجمہ دبیل الرملہ کے تحت درج کرتے ہیں (ملاحظہ کریں اللباب جلد ۱ ص۴۳۱ معجم البلدان ج ۲ / ۴۹۵) مشتبہ نسبتوں کی تحقیق کے معروف علمبردار حافظ عبدالغنی الازدی (م ۴۰۹ھ) باب الدیبلی والدبیلی کے تحت رقمطراز ہیں :۔ فاما الدبیلی بتقدیم الباء المعجمۃ بنقطتین من تحتہا فہو .... وشعیب بن محمد بن ابی قطران الدبیلی (مشتبہ النسبہ ص۲۹ الہ آباد ۱۳۲۷ھ) سمعانی کی نشاندھی کے بموجب شعیب کا ترجمہ تاریخ اصفہان میں درج ملے گا (دیکھو ج ۱ ص ۳۴۴ ـ ۳۴۵) مؤلف کو یہ شکایت رہی ہے کہ شعیب کا مفصل حال ان کو نہ ملا یہ شکایت صرف اس لئے پیدا ہوئی کہ ان کی نظر ایک ہی جگہ مرکوز رہی ورنہ خود سمعانی کے یہاں تفصیل موجود ہے اور مزید معلومات کے لئے مذکورہ بالا مراجع مفید ہیں مؤلف

سے پہلے سید عــ صاحب مرحوم اور ڈاکٹر محمد اسحاق نے بھی ابوالقسم شعیب کو سمعانی کے صرف ایک بیان کی روشنی میں دیبل السند سے منسوب کیا ہے۔

(ج) محمد بن عبد اللہ الدیبلی الشامی، ابو عبد اللہ الزاہد (رجال السند ص ۲۲۴-۲۲۵)

اس ترجمہ کے تین ماخذ ہیں صفۃ الصفوۃ، غایۃ النہایۃ، اور طبقات شافعیہ' ماخذ سہ گانہ میں کہیں الدیبلی کی نسبت مضبوط نہیں نہ کسی تذکرہ نگار نے اس کے ساتھ السندی کی نسبت لگائی ہے کہ اشتباہ کا شائبہ نہ رہے۔ مؤلف کو دھوکا ہوا کہ انھوں نے الدیبلی کو دیبل السند کی نسبت سمجھ لی ہیں یقین ہے کہ یہ نسبت دراصل دبیل الرملہ کی طرف ہے اور اس کا واضح قرینہ الشامی کی نسبت ہے۔ اس مسئلہ کا قطعی فیصلہ سمعانی کے بیان سے ہو جاتا ہے کہ دبیلی بتقدیم الباء الموحدہ کے تحت ان کے یہ الفاظ ملتے ہیں :- "ابو عبد اللہ محمد بن عبید اللہ الدبیلی کان من مجودی القراء الخ (الانساب - ۲۲۲ رب) ابن الجوزی، ابن الجزری اور ابن السبکی دراصل اسی محمد بن عبد اللہ الدبیلی کا تذکرہ کر رہے ہیں جس کا ذکر سمعانی نے کیا ہے اس پر مستزاد یہ ہے کہ ابن السبکی کی طبقات میں دبیلی کی نسبت بالکل صحیح اور ضبط کے ساتھ درج ہے اس کے باوجود مؤلف جذبۂ "تہنید" سے مغلوب ہو گئے ہمارے اس دعویٰ کی واقعیت ذیل کی تفصیل سے واضح ہو گی۔

(د) علی بن احمد بن محمد الدیبلی (رجال السند ص ۱۷۴-۱۷۶)

پورا ترجمہ ابن السبکی کی طبقات الشافعیہ سے ماخوذ ہے ہمیں اصل کتاب سے مراجعت کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ مؤلف کی نقل پر غور کر لینا ہی کافی ٹھہرا۔ مؤلف نے ابن السبکی کے حوالہ سے جو اقتباسات درج کئے ہیں ان سے علی بن احمد کی نسبتِ وطنی کے بارہ میں دو بنیادی باتیں معلوم ہوتی ہیں :-

---

عــ دیکھو معارف اعظم گڑھ جلد ۲۴ ص ۲۴ نیز: Indias contribution To The study of Hadith: P.35

(الف) علی بن احمد، زبیلی کی نسبت سے معروف تھا اس نسبت کو ابن السبکی نے ان الفاظ میں ضبط کیا ہے :-

الزبیلی بفتح الزای ثم باء موحدۃ مکسورۃ

(ب) اس نسبت میں بعض لوگوں کو شک تھا اور وہ زبیلی کو دبیلی کی خرابی سمجھتے تھے ان کے خیال میں علی بن احمد دبیلی تھا نہ کہ زبیلی۔ اس دبیلی کی نسبت کو بھی ابن السبکی ضبط کرتے ہیں کہ

لعلہ الدبیلی بفتح الدال و بعدھا باء موحدۃ مکسورۃ ثم آخر الحروف یاء ساکنۃ

ان دو باتوں میں سے ابن السبکی کا رجحان اس طرف ہے کہ علی بن احمد کی صحیح نسبت غالباً دبیلی ہے اور زبیلی غلط طور پر مشہور ہوگیا ہے اپنے رجحان کی تائید میں انھوں نے علی بن احمد کی کسی کتاب کے ایک نسخہ کا حوالہ دیا ہے جس کے سرورق پر علی بن احمد کے متعلق یہ الفاظ مکتوب تھے۔ "انہ سبط المقریٔ"۔ یعنی علی بن احمد مؤلف کتاب اس علاقہ کے معروف مجوّد کے نواسہ تھے۔ یہ الفاظ بظاہر چیستاں سے کم نہیں لیکن قرائن و شواہد کی روشنی میں ابن السبکی اس مجود یا المقریٔ کا نام معلوم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ اس دیار میں قراۃ کے دو امام بہت معروف رہے ہیں ایک ابوعبداللہ الدبیلی (بتقدیم الباء) جو مقریٔ الشام کہلاتے ہیں اور دوسرے احمد بن محمد الرازی (دونوں کے ترجموں سے بحث گذرچکی ہے تحت الف و ج) دونوں تیسری صدی کے لوگوں میں ہیں ان میں سے علی بن احمد جس شخص کا نواسہ ہوسکتا ہے وہ ابن السبکی کے خیال میں ابوعبداللہ الدبیلی (بتقدیم الباء الموحدۃ) ہیں، ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ علی بن احمد کس کا نواسہ ہوسکتا ہے، دیکھنا یہ ہے کہ علی بن احمد کا دیبل السند سے منسوب کیا جانا کہاں تک صحیح ہے۔ اوپر ابن السبکی کے متقدم الذکر بیان سے معلوم ہوچکا ہے کہ علی بن احمد کی شہرت زبیلی کی نسبت سے تھی لیکن بعض اس نسبت کو صحیح نہیں سمجھتے تھے اور ان کی تجویز میں صحیح شکل دبیلی تھی۔ زبیلی اور دبیلی دونوں نسبتیں ابن السبکی کی کتاب میں "مضبوط" ہیں لہذا کسی طرح علی بن احمد کو

دیبل السند سے منسوب کرنا درست نہیں لیکن مؤلف اپنی سندی تراشی کے جذبہ سے اس قدر سرشار ہیں کہ انھوں نے ابن السکی کے ضبط وتحقیق کی بھی پروا نہیں کی اور نقل میں ہر جگہ بزعم خود زبلی اور دبلی (بتقدیم الباء الموحدة) دونوں کی اصلاح کرتے ہوئے بین القوسین دیبلی (بتقدیم الیاء المثناة) لکھدیا ہے۔ آخر میں اذعان ویقین کی پختگی کے ساتھ یہ الفاظ بھی لکھے ہیں :- کان علی بن احمد الدیبلی من رجال المائة الثالثة وما ھو زبیلی ولا دبیلی بل ھو دیبلی وکان جدہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المقری من الدیبل (رجال السند ص۱۶۰) ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہیے۔ ابو عبد اللہ محمد بن عبد المقری کے بارہ میں تحت ج سمعانی کا حوالہ دیا جا چکا ہے۔ علی بن احمد کے زبلی یا دبیلی ہونے کی بحث ابن السکی کے حوالہ سے گذر چکی ہے اور خود مؤلف ہی کا اقتباس ہمارا ماخذ ہے۔ البتہ ضمناً ایک اور بات سن لیجئے کہ حاجی خلیفہ کی کتاب میں جو علی بن احمد کی بابت الرتبلی بالراء (ثم التاء) لکھا ہے وہ ہمارے نزدیک نسخہ کی تصحیف ہے ورنہ غالب گمان یہی ہے کہ حاجی خلیفہ نے جب ابن السکی کا حوالہ بھی دیا ہے تو یقین ہے کہ اس نسبت کا ضبط بھی بقلم خود صحیح کیا ہوگا (یعنی الزبیلی بالزای) بعد میں ناقلین نے اس کو الرتبلی بنا دیا۔

ہمارے خیال میں مندرجہ ذیل تراجم بھی تحقیق طلب ہیں:۔ اگر تحقیق کی جائے تو متعلقہ اشخاص دیبل الرملہ ہی سے منسوب نکلیں گے۔

(۱) احمد بن محمد الحافظ الزاہد الدیبلی المصری (ص ۵۸-۵۹)
(۲) احمد بن نصر بن الحسین القاضی الدیبلی الموصلی الانباری (رجال السند ص۶۵)
(۳) الحسن بن حامد الدیبلی البغدادی (ایضاً ص۹۶-۹۸)
(۴) الحسین بن محمد بن اسد الدیبلی الدمشقی (ایضاً ص۱۰۵-۱۰۶)
(۵) محمد بن الحسین بن محمد الدیبلی الشامی (ایضاً ص۲۱۶)

(ھ) ایک مصحف نسبت یوقانی کی ہے جس سے مؤلف کو دھوکا ہوا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یوقان سندھ کا معروف علاقہ بھی ہے لیکن کئی اور علاقے بلاد سندھ سے باہر اسی کی ہم شکل

تھے جن سے بہتیرے محدثین و رُواۃ علم منسوب ملتے ہیں۔ ان مشتبہ الاسم علاقوں میں بڑی آسانی سے تصحیف ہوتی رہی ہے لہذا ہر جگہ بوقانی کی نسبت پر اعتماد کرنا تحقیق و تفحص کے بغیر غلطیوں میں مبتلا کرسکتا ہے۔ مؤلف نے فضل اللہ بن محمد، ابو المکارم البوقانی السندی کا ترجمہ درج کیا ہے (رجال السند ص ۱۹۳) اور ذہبی کی معروف کتاب تذکرۃ الحفاظ کا حوالہ دیا ہے۔ ذہبی نے فضل اللہ کا ذکر بغوی صاحب المصابیح کے ترجمہ میں ضمنی طور پر کیا ہے چنانچہ ان کے حسب ذیل الفاظ مؤلف نے نقل کئے ہیں:۔

"وآخر من روی عنہ بالاجازۃ ابو المکارم فضل اللہ بن محمد البوقانی شیخ حیّ الی حدود والست مائۃ"

مؤلف نے حسب عادت السندی کی نسبت بڑھادی ہے حالانکہ ذہبی کی عبارت اس سے خالی ہے تذکرۃ الحفاظ میں البوقانی کی نسبت ضبط و تحقیق کے بغیر درج ہے اور تذکرۃ الحفاظ جس قدر مُصحّف و مُحرّف طبع ہوئی ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں چنانچہ محمد بن عبد الوہاب قزوینی مرحوم کسی موقع پر اس کا ماتم کرچکے ہیں بہرحال ہمارے پاس خود ذہبی کی تصریح ابو المکارم فضل اللہ کے بارہ میں موجود ہے جس سے اس کی نسبت بوقانی (ببائے موحدہ) کا غلط ہونا محقق ہوجاتا ہے۔ کتاب المشتبہ فی اسماء الرجال میں ذہبی ان مشتبہ نسبتوں کی تحقیق یکجا قلمبند کرتے ہیں:۔ البوقانی، النوقانی، التوقانی، النوقاتی نوہ سندھ کے بوقان کا ذکر نہیں کرتے بعد میں لکھتے ہیں:۔ النوقانی بنونین الاولیٰ مفتوحۃ (یاقوت کے یہاں نون اول مضموم ہے) پھر فرماتے ہیں۔ "نوقان ھی قصبۃ طوس" اور طوس کے اسی قصبہ سے منسوب رجال کو شمار کرتے ہوئے فضل اللہ ابو المکارم کا تذکرہ ان لفظوں میں درج کرتے ہیں:۔

"وابو المکارم، فضل اللہ بن الحافظ محمد بن احمد بن النوقانی الشافعی تلمیذ محمد بن یحیٰی، سمع عبد الجبار الخواری، وللہ اجازۃ من محی السنۃ البغوی کتب عنہ ابو الرشید الغزال، مات بنوقان سنۃ ۶۰۰ وللہ ۸۲ سنۃ" (کتاب

(المشتبہ ص۳۳ لیڈن ۱۸۶۳ء)

اس تصریح کے بعد ابو المکارم فضل اللہ کی صحیح نسبت معلوم ہو جاتی ہے اور تذکرۃ الحفاظ کی غیر منضبوط نسبت کی بنا پر ان کو بوقان السند سے منسوب قرار دینا غلط ہو جاتا ہے۔ مؤلف نے مندرجہ ذیل تراجم کو بھی بلا تحقیق صرف البوقانی کی بنیاد پر شامل کتاب کیا ہے اور ہمیں خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ ان تراجم کے سلسلہ میں بھی اگر تحقیق کی گئی تو بات 'خشت اول' تک جا پہنچے گی۔

(۱) محمد بن احمد بن محمد البوقانی (رجال السند ص۲۰۶)

(۲) محمد بن احمد بن منصور البوقانی (ایضاً ص۲۰۶)

(۳) محمد بن اسعد البوقانی (ایضاً ص۲۰۶)

(و) مشترک الاسم علاقوں سے لاعلمی بھی مؤلف کے لئے گمراہ کن ثابت ہوئی ہے چنانچہ المنصوری کی نسبت اُن کے خیال میں تنہا منصورۃ السند کی طرف ہو سکتی ہے۔ ان کو خبر نہیں کہ کئی دوسرے مقامات کا نام منصورۃ تھا۔ لہٰذا ہر منصوری کو سندھ کے منصورہ سے منسوب سمجھنا غلط ہو گا۔ سندھ کے علاوہ خوارزم، آرمینیہ، طبرستان وغیرہ میں کئی شہر اسی نام سے آباد تھے ہمارے دعویٰ کی تصدیق جغرافیائی کتابوں کی مراجعت سے بآسانی ہو سکتی ہے (ملاحظہ فرمائیں ابن خرداذبہ ص۱۲۲، قدامہ کتاب الخراج ص۲۲۷، ابن الفقیہ ہمدانی ص۳۱۴، معجم البلدان یاقوت وغیرہ)

مؤلف نے احمد بن محمد ابو بکر الفقیہ المنصوری البکرابادی کا ترجمہ حمزہ بن یوسف السہمی کی تاریخ جرجان سے نقل کیا ہے (رجال السند ص۵۰) یہ مختصر ترجمہ داخلی طور پر صاحب ترجمہ کی "سندیت" کے بارہ میں کسی قرینہ پر مشتمل نہیں ہے لیکن جو بات بالکل واضح ہے وہ "المنصور البکرابادی" کی نسبت ہے۔ بکرآباد کے متعلق متعین ہے کہ طبرستان کی ایک جگہ کا نام ہے لہٰذا المنصوری کی نسبت طبرستان کے شہر منصورہ سے کیوں نہ قرار دی جائے خواہ مخواہ ایک طبرستانی فقیہ کا رشتہ سندھ سے جوڑنا کتاب کی ضخامت میں قدرے اضافہ کا باعث بن سکتا ہے ورنہ علم و تحقیق کی دنیا کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

البکراباذی کے بارہ میں ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ سمعانی کی الانساب سے لفظ کی صحیح شکل بکراباذی (بزائے معجمہ) معلوم ہوتی ہے چنانچہ ان کے الفاظ ہیں "بفتح الباء المنقوطة بواحدة وسکون الکاف وفتح الزای المعجمة بواحدة وفی آخرها الذال المعجمة هذه النسبة الی محلة معروفة بجرجان" یاقوت کی معجم میں اس لفظ کا ضبط نہیں ہے (دیکھو معجم البلدان جلد ا ص۵۰۰)

۴۔ چوتھی شق سے متعلق اصولی بحث گذر چکی ہے جس کے نتیجہ میں بلاد داور اور بامیان سے منسوب علماء کے تراجم ہمارے نزدیک موضوعِ کتاب سے خارج رہ جاتے ہیں، ان تراجم کی نشاندہی ذیل میں کی جاتی ہے۔

(۱) الحسن بن علی داوری (رجال السند ص۱۰۱)

(۲) عبداللہ بن محمد داوری (ایضاً ص۱۶۵)

(۳) احید بن الحسین بن علی البامیانی (ایضاً ص۵۰)

اس ترجمہ کے سلسلہ میں قدرے تفصیل پیش کردی جاتی ہے:۔

اولاً ہماری نگاہ حافظ عبدالغنی الازدی کی اس عبارت پر پڑتی ہے کہ: "ومما یخاف تصحیفه ویشتبه باحمد فهو احید بن الحسین البامیانی، خراسانی، وهو بالیاء المعجمة من تحتها بنقطتین بعد الحاء المهملة (المؤتلف والمختلف ص۴ الہ آباد ۱۳۲۷ھ) اس عبارت سے نام کے صحیح ضبط کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ حافظ عبدالغنی الازدی ہمارے مؤلف کے برخلاف احید بن الحسین البامیانی کو سندھی نہیں قرار دیتے ہیں بلکہ خراسانی بتلاتے ہیں اور یہی حقیقت ہے۔

ثانیاً مؤلف کو تنہا یاقوت کی معجم البلدان میں یہ ترجمہ ملا جس کو نقل کرنے کے بعد انھوں نے لکھا ہے:۔ "لم اقف علی احواله غیر ذلک وکان من قدماء المحدثین" حیرت ہے کہ سمعانی کی الانساب سے انھوں نے رجوع نہیں کیا ورنہ ان کو بعض باتیں بڑے کام کی معلوم ہو جاتیں جو یاقوت کے یہاں مذکور نہیں ہیں۔ سمعانی کے منتخب فقرے یہاں درج کئے جاتے ہیں کہ مؤلف کے

ذوقِ جستجو کو تسکین ہو۔

"سکن بلخ، و یروی عن المکی بن ابراهیم، و علی بن الحسن الرازی المعروف بکرام، و یزید بن ابراهیم، و اللیث بن مساور وغیرهم من البلخیین، روی عنه محمد بن احمد بن یحیی، و عبد الله بن محمد بن طرخان، و هو مستقیم الحدیث من الثقات" (الانساب - ۶۳ ب)

سکونتِ بلخ، بلخیوں سے انفرادِ روایت، شاگردوں کے نام، استقامت روایت و ثقاہت یہ تمام باتیں یاقوت نے حذف کر ڈالی ہیں اس کی وجہ ہمارے خیال میں یہ ہے کہ یاقوت نے براہِ راست کتاب الانساب سے اقتباس نہیں کیا بلکہ اللباب نے تہذیب الانساب کی عبارت درج کر دی ہے۔

(۴) محمد بن علی بن احمد، ابوبکر البامیانی (رجال السند ۲۲۱) اس ترجمہ کا ماخذ معجم یاقوت ہے سمعانی کی کتاب الانساب میں حسب ذیل فقرے لکھتے ہیں: "و ابوبکر محمد بن علی بن احمد البامیانی، شیخ مکثر، ثقة، رحل الی ابن ابی الحدید السلمی و سمع ابا بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب الحافظ، وغیرهم، روی لنا عنه ابو الفتح محمد بن ابی الحسن البسطامی ببلخ، و ابو شجاع عمر بن محمد بن عبد الله الامام بسمرقند، و توفی فی حدود سنة تسعین و اربعمائة، ببلخ (الانساب ۶۳ ب)

مؤلف نے یاقوت کے حوالہ سے وفات کا زمانہ ۴۹۰ھ لکھا ہے سمعانی کے بیان سے اس کی تصحیح ہو جاتی ہے۔ نیز یاقوت کی عبارت منقولہ میں "فی سلخ رجب" کے الفاظ ملتے ہیں ہمارا خیال ہے کہ "سلخ" کا لفظ دراصل "بلخ" کی خرابی ہے۔ سمعانی کی عبارت میں مہینہ کی صراحت نہیں ہے البتہ ابن الاثیر کی اللباب نے تہذیب الانساب میں "فی رجب ببلخ" کے الفاظ ملتے ہیں بظاہر مہینہ کی تصریح سمعانی کے نسخہ اور مستند تر نسخہ کی بنیاد پر ہے جو ابن الاثیر کے پیش نظر رہا تھا۔ (اللباب جلد اص ۹۲) یاقوت کا ماخذ براہِ راست اللباب کے تہذیب الانساب رہا ہے جس کی تائید دونوں کے معروضی مطالعے سے ہوتی ہے۔

(۵) چوتھی شق کے تحت ہمارے دعویٰ کا ایک جزو یہ ہے کہ کسی غیر محقق جغرافیائی بیان پر اعتماد کر کے مؤلف نے اپنی کتاب میں بعض غیر متعلقہ اشخاص کا ترجمہ درج کیا ہے۔ اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے محمد بن احمد البیرونی السندی الخوارزمی کا ترجمہ (رجال السند ص۲۰۵-۲۱) کافی ہے۔ ابوالریحان کو سندی قرار دینا سندھ کے متنازع فیہ مقام البیرون کے تحقق پر موقوف ہو۔ مؤلف نے معجم الادباء، طبقات الاطباء (ابن ابی اصیبعہ) تقویم البلدان (ابو الفداء) اور تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ کے اقتباسات دیئے ہیں اور صرف ابوالریحان کو سندھی ثابت کرنے کے لئے کتاب کے مبحث جغرافیائی میں البیرون (یا لبار) کا تعارف پیش کیا ہے۔ اس مسئلہ کی بہت کچھ تفصیل ہم نے شروع میں درج کی ہے۔ اس واقعہ کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ابن سعید المغربی ابوالریحان کو بزعم خود قطعی طور پر سندھ کے شہر البیرون سے منسوب کرتا ہے۔ سندھ میں بیرون نام کی کسی جگہ کے ثبوت میں ابن سعید کے اس قول کے علاوہ کوئی دوسرا بیان موجود نہیں۔ ابوالفداء اور ابن ابی اصیبعہ نے بدون تحقیق ابن سعید کی بات دھرادی ہے۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیہ کا مؤلف بھی اسی بات کا اعادہ کرتا ہے۔ ابن سعید کا قول کئی وجوہ کی بنا پر ناقابلِ تسلیم ہے۔

(۱) محققین جغرافیہ سندھ میں بیرون (یا لبار) نام کے کسی شہر کا علم ابن سعید کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے نہیں رکھتے اور جن لوگوں نے اپنی قرأت میں بیرون (یا لبار) کو ترجیح دی ہے ان پر دراصل ابن سعید کے منفرد قول کا اثر رہا ہے۔

(۲) مشہور تذکرہ نگار و جغرافیہ دان یاقوت جس کو البیرونی اور سندھ سے ابن سعید کی بہ نسبت زیادہ واقفیت تھی اپنی کتاب جغرافیہ معجم البلدان میں سندھ کے بیرون کا ذکر نہیں کرتا بلکہ باب النون میں سندھ کے ایک شہر نیرون بالنون کا ذکر کرتا ہے اس سے قطع نظر کہ معجم البلدان میں آخری حرف زای معجم ہے یہ متعین ہے کہ یاقوت کے نزدیک نیروز یا نیرون بالنون سندھ کے ایک شہر کا نام تھا جس کا موقع و محل اور طول و عرض یاقوت نے درج کیا ہے (معجم البلدان جلد ص۳)

اس لے اپنی دوسری کتاب معجم الادبا میں البیرونی کا مبسوط ترجمہ درج کیا ہے اور اس نسبت کی تحقیق کی ہے لیکن سندھ کے کسی شہر بیرون سے ابوریحان کے انتساب کی بابت بالکل خاموش ہے۔ حالانکہ یاقوت کو بیرونی کے سلسلے میں تحقیق و تفتیش کا جو قوی داعیہ تھا وہ بالکل ظاہر ہے۔ پھر اس کو مواقع حاصل تھے کہ مستند معلومات جمع کر سکے اس لئے کہ البیرونی کی اہم ترین تصانیف خصوصاً جغرافیہ و تاریخ سے متعلق اس کے مطالعہ میں آئی تھیں جن میں سے بعض نوشتۂ مؤلف تھیں۔ ابن سعید کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے حدود العالم کی شرح میں مینورسکی کا آخری فقرہ یہ ہے :-

—— and generally speaking the thirteenth centuary spanish geographer was hardly in a position to improve the reading of a doughtful Indian name (Hududul Alam, P. 372, 1937)

(۳) سمعانی جن کو ابن سعید کی بہ نسبت سندھ اور خوارزم کی تحقیقات سے زیادہ واقفیت ہونی چاہیے البیرونی کی نسبت کے تحت وہ صرف ابوریحان البیرونی کا نام لیتے ہیں اور اس کی تحقیق میں کہتے ہیں کہ "ھذہ النسبۃ الی خارج خوارزم فان من یکون من خارج البلاد و لایکون من نفسھا یقال لہ بیرونی . . . (الانساب ۹۸ ب)
یاقوت ذاتی تحقیق میں اسی نتیجہ تک پہنچا ہے کہ "وما اظنہ یراد بہ الا انہ من اھل الرستاق یعنی انہ من بر البلد"۔

(۴) بیرونی کے جدید محققین خواہ مغربی ہوں یا مشرقی ابن سعید کے قول کو قابل اعتنا نہیں سمجھتے۔

(۵) خود بیرونی کے جو فقرے کتاب الآثار الباقیہ میں خوارزم سے متعلق ملتے ہیں وہ

خوارزم کو اس کا اصلی وطن قرار دیتے ہیں اور اس کی معروف نظم کا حسب ذیل شعر اسی کا متقاضی ہے!

فانہ اعراقی قد غدونی بذ رھو   ومنصور منھو قد تولی غواسیا

وجو مذکورہ کی بنا پر بیرونی کا سندھ کے کسی مقام سے رشتہ جوڑنا چاہے خیال میں بالکل غلط ہے۔

جن تراجم کے سلسلہ میں تحقیق کی کمی نظر آئی ان کی نشاندھی مع تفصیلات درج ذیل ہے:

(الف) احمد بن محمد بن صالح التیمی القاضی المنصوری (رجال السند ص)

ہمارا خیال ہے کہ مؤلف نے اس ترجمہ میں دو شخصیتوں کو ایک قرار دیا ہے ایک شخصیت احمد بن محمد بن صالح التیمی کی ہے جس کا ذکر ابن الندیم، ابو اسحاق شیرازی اور سمعانی وذہبی کرتے ہیں، دوسری شخصیت قاضی ابو محمد المنصوری کی ہے جس سے بشاری مقدسی اپنی ملاقات کا ذکر کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ یہ کئی تصانیف کے مالک اور مسند درس واملا پر متمکن تھے۔ ہم ابو محمد سے مقدسی کی مراد صالح بن عبدویہ المنصوری کو سمجھتے ہیں۔ جو قاضی ابو العباس احمد کا دادا تھا۔ بظاہر قاضی ابو محمد اور ابو العباس کو ایک قرار دیتے ہوئے مقدسی کے بیان کو سہو پر محمول کرنا خلاف قرینہ ہے۔

مؤلف نے قاضی ابو العباس احمد کے تعارف میں سمعانی کا جو اقتباس دیا ہے اس میں ایک فقرہ توجہ طلب ہے لہذا سمعانی کے الفاظ نقل کئے جاتے ہیں ۔" ابو العباس احمد بن محمد بن صالح التیمی القاضی المنصوری من اھل المنصورۃ، سکن العراق وکان من اظرف من رأیت من العلماء۔ سمع بفارس ابا العباس بن الاخرم وبالبصرۃ ابا روق الھزانی)" (رجال السند ص) خط کشیدہ الفاظ سے عامیانہ نظر رکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ ابو العباس احمد بن محمد کی رؤیت سمعانی مصنف کتاب الانساب کو حاصل تھی حالانکہ دونوں کے عہد میں فاصلہ اتنا ہے کہ بفرض محال سمعانی اس کا دعوی کریں بھی تو وہ قبول نہیں کیا جاسکتا۔ مؤلف نے بلا تامل عبارت نقل کردی ہے اور اس کا اشکال کا انھیں خیال تک نہ آیا واقعہ یہ ہے کہ اس موقع پر کتاب الانساب کی عبارت کامل نہیں ہے، المنصوری کے تحت کتاب الانساب کے جملہ اندراجات کا مطالعہ کیجئے تو سب سے پہلے

یہ الفاظ ملیں گے "منہا احمد بن محمد القاضی المنصوری سکن العراق وفارس یکنی بابی العباس کان اماماً علی مذھب داؤد الاصبہانی سمع الاثرم وطبقتہ، روی عنہ الحاکم ابوعبداللہ الحافظ، وابوالعباس احمد بن محمد بن صالح التیمی الخ (سلسلہ کے لئے منقولہ بالا عبارت دیکھئے) بادی النظر میں احمد بن محمد القاضی، شیخ حاکم نیشاپوری اور ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح التیمی کی شخصیتیں دو معلوم ہوتی ہیں لیکن کئی داخلی شہادتوں سے اس کی نفی ہو جاتی ہے کہ دونوں کی کنیت ابوالعباس ہے، دونوں کے نام مع ولدیت ایک ہیں الاثرم اور اس کے طبقہ کے شیوخ سے روایت کرنے میں بھی دونوں برابر ہیں دونوں ایک ہی مسلک کے امام قرار دیئے گئے ہیں اور منصورہ کے عہدۂ قضا سے وابستہ رہے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ مؤخر الذکر یعنی ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح التیمی سے سمعانی کی ملاقات کتاب الانساب کے ظاہری الفاظ سے ثابت ہوتی ہے اور اول الذکر حاکم نیشاپوری کے شیوخ میں ہیں اب اگر کتاب الانساب کی عبارت بالکل درست اور کامل سمجھ لی جائے تو دو الگ الگ شخصیتوں کا ماننا ناگزیر ہوگا لیکن اس تقدیر پر مقدم الذکر داخلی شواہد کی مجموعی قوت ایسی ہے کہ کتاب الانساب کی عبارت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہمارے خیال میں اس اشکال کا واقعی حل یہ ہے کہ عبارت میں کہیں سقوط تسلیم کر لیا جائے گویا شروع سے تذکرہ ایک ہی شخص احمد بن محمد ابوالعباس القاضی التیمی کا مسلسل ہے درمیان میں حاکم نیشاپوری کے الفاظ نقل ہوئے ہیں لیکن کچھ الفاظ ابتدائی نسخہ کتاب سے ساقط ہو گئے ہیں۔ ہمارے خیال میں وکان اظرف من رأیت من العلماء کے الفاظ دراصل حاکم نیشاپوری کے ہیں نہ کہ سمعانی کے۔